اِسلام میں سزائے قید

اور

جیل کا تصوّر

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

مِنہاجُ القرآن پبلیکیشنز

365-ایم، ماڈل ٹاؤن لاہور، فون: 5168514، 3-5169111

یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور، فون: 7237695

www.Minhaj.org - www.Minhaj.biz

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَوْلَایَ صَلِّ وَ سَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

نَبِیُّنَا الْآمِرُ النَّاهِیْ فَلَا اَحَدٌ

اَبَرَّ فِیْ قَوْلِ لَا مِنْهُ وَلَا نَعَمِ

﴿ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ ﴾

حکومتِ پنجاب کے نوٹیفکیشن نمبر ایس او (پی۔۱) ۴-۱-۴ / ۸۰ پی آئی وی، مؤرّخہ ۳۱ جولائی ۱۹۸۴ء؛ حکومتِ بلوچستان کی چٹھی نمبر ۸۷-۴-۲۰ جنرل و ایم ۴ / ۹۷۰-۳-۷، مؤرّخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۸۷ء؛ حکومتِ شمال مغربی سرحدی صوبہ کی چٹھی نمبر ۲۴۴۱۱-۶۷ این۔۱ / اے ڈی (لائبریری)، مؤرّخہ ۲۰ اگست ۱۹۸۶ء؛ اور حکومتِ آزاد ریاست جموں و کشمیر کی چٹھی نمبر س ت / اِنتظامیہ ۶۳-۸۰۶۱ / ۹۲، مؤرّخہ ۲ جون ۱۹۹۲ء کے تحت ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی تصنیف کردہ کتب تمام سکولز اور کالجز کی لائبریریوں کے لئے منظور شدہ ہیں۔

جملہ حقوق بحقِ تحریکِ منہاجُ القرآن محفوظ ہیں

نام کتاب	:	اِسلام میں سزائے قید اور جیل کا تصوّر	
تصنیف	:	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری	
تخریج و پروف ریڈنگ	:	حسنین عباس (منہاجین)	
زیرِ اِہتمام	:	فریدِ ملّت رحمۃ اللہ علیہ رِیسرچ اِنسٹی ٹیوٹ	Research.com.pk
مطبع	:	منہاجُ القرآن پرنٹرز، لاہور	
اِشاعتِ اَوّل	:	اگست 1990ء	(1,000)
اِشاعتِ دُوُم	:	فروری 1994ء	(2,000)
اِشاعتِ سوُم	:	اگست 1997ء	(1,100)
اِشاعتِ چہارُم	:	نومبر 2000ء	(1,100)
اِشاعتِ پنجم	:	جولائی 2006ء	
تعداد	:	1,100	
قیمت	:	-/25 روپے	

ISBN 969-32-0049-7

نوٹ: ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تمام تصانیف اور خطبات و لیکچرز کے آڈیو / وِڈیو کیسٹس، CDs اور DVDs سے حاصل ہونے والی جملہ آمدنی اُن کی طرف سے ہمیشہ کے لئے **تحریکِ منہاجُ القرآن** کے لئے وقف ہے۔

(ڈائریکٹر منہاجُ القرآن پبلی کیشنز)

sales@minhaj.biz

فہرست

صفحہ	عنوانات
۷	پیش لفظ
۹	۱۔ اِسلامی نظامِ تعزیرات اور سزائے قید کی نسبت عام تأثر
۱۱	۲۔ اِسلام میں سزا کی مختلف اقسام اور تعزیر کی حیثیت
۱۴	۳۔ سزائے قید اور جیل خانہ جات کا تاریخی پس منظر ...... قرآن کی روشنی میں
۱۸	۴۔ اِسلام میں سزائے قید کا تصور ...... اِصطلاحات کی روشنی میں
۱۸	۵۔ سزائے قید اور دلائلِ قرآن
۱۸	پہلی دلیل
۱۹	مسئلۂ نسخ کی وضاحت
۲۱	پہلا قول
۲۱	دوسرا قول
۲۲	تیسرا قول
۲۵	چوتھا قول
۲۵	پانچواں قول

www.MinhajBooks.com

عنوانات	صفحہ
دوسری دلیل	۲۵
تیسری دلیل	۲۶
٦۔ سزائے قید اور دلائلِ حدیث، آثارِ صحابہ و تابعین	۲۷
۱۔ ڈاکہ	۲۷
۲۔ سرقہ	۲۸
۳۔ زنا	۳۲
عملِ صحابہ رضی اللہ عنہم	۳۴
۴۔ شراب	۳۵
۷۔ اِسلام میں جیل خانہ جات کا تصور اور اُس کا آغاز	۳۵
۸۔ سزائے قید کا نظریۂ اِصلاح ...... اِشارات	۳۵
۹۔ نظامِ جیل خانہ جات کا اِصلاحی کردار	۳۶
❁ مآخذ و مراجع	۳۹

www.MinhajBooks.com

پیش لفظ

اِنسانی معاشرے میں اَمن و اَمان، باہمی محبت و اُلفت اور اَعلیٰ اَخلاقی معیار قائم رکھنے کے لیے اِسلام نے جو ضابطۂ اَخلاق مقرر کیا ہے، نظامِ تعزیرات اُس کا لازمی جزو ہے۔ اِنسانی طبیعت فطرتاً اِحتساب طلب ہے بلکہ نظامِ کائنات میں حسنِ توازن قائم ہی سزا و جزا کے تصور سے ہے۔

بدقسمتی سے ہمارے بعض اَعلیٰ تعلیم یافتہ لوگ قرآن و سنت سے عدم آگہی کی وجہ سے اِنسان ساختہ مغربی قانون سے اِس قدر مرعوب ہیں کہ اُنہیں اِسلامی نظام میں جھول اور نقص نظر آتے ہیں، مثلاً سزائے قید کے متعلق بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ مغربی قانونِ تعزیرات سے مستعار لیا گیا ہے، حالاں کہ قرآن و سنت اور تاریخِ اِسلام میں بے شمار شواہد اُن کے اِس خیال کی تردید کرتے ہیں۔

حضرت شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے آج سے تقریباً دس سال قبل پنجاب یونیورسٹی لاء کالج میں دورانِ تدریس اِسلام میں قید اور جیل خانہ جات کے تصور پر یہ مختصر مضمون لکھا۔ حضرت شیخ الاسلام کی اِجازت سے اِفادۂ عام کے لیے اِسے من وعن شائع کیا جا رہا ہے۔ اِسلامی نظریاتی کونسل اور ملک کے دوسرے قانون ساز اِداروں کو چاہیے کہ وہ ایسے موضوعات پر جدید علمی و تحقیقی اُسلوب میں کام کریں۔

علی اَکبر قادری الازہری

خادم فریدِ ملّت ؒ رِیسرچ اِنسٹی ٹیوٹ، تحریکِ منہاج القرآن، لاہور

ہم نے موضوع کی اہمیت کے پیشِ نظر اس امر کا التزام کیا ہے کہ اس کے مختلف گوشوں پر ترتیب کے ساتھ روشنی ڈالی جائے اور اس خیال سے ہم نے اسے درج ذیل عنوانات پر تقسیم کیا ہے:

۱۔ اِسلامی نظامِ تعزیرات اور سزائے قید کی نسبت عام تاثر

۲۔ اِسلام میں سزا کی مختلف اقسام اور تعزیر کی حیثیت

۳۔ سزائے قید اور جیل خانہ جات کا تاریخی پس منظر ...... قرآن مجید کی روشنی میں

۴۔ اِسلام میں سزائے قید کا تصور ...... اصطلاحات کی روشی میں

۵۔ سزائے قید اور دلائل قرآن

۶۔ سزائے قید اور دلائلِ حدیث، آثارِ صحابہ و تابعین

۷۔ اِسلام میں جیل خانہ جات کا تصور اور اس کا آغاز

۸۔ اِسلام میں سزائے قید کا مقصد ...... اِشارات

۹۔ نظامِ جیل خانہ جات کا اصلاحی کردار

www.MinhajBooks.com

اب ہم مذکورہ ترتیب کے مطابق موضوع کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لیتے ہیں:

۱۔ اِسلامی نظامِ تعزیرات اور سزائے قید کی نسبت عام تاثر

عصرِ حاضر میں بعض اہلِ علم کے درمیان عام طور پر یہ تاثر پیدا ہوگیا ہے کہ اِسلام کے نظامِ تعزیرات میں سزائے قید کا کوئی تصور نہیں، مسلمانوں نے یہ تصور، اس کی

افادیت اور ناگزیریت کے پیش نظر، اہلِ مغرب کے تعزیراتی قانون سے مستعار لیا ہے۔ اس نقطۂ نظر کا بنیادی سبب قرآن وسنت اور فقہ اِسلامی کے اصل مصادر و ماخذ تک ہماری رسائی کا نہ ہونا ہے۔ چونکہ عربی زبان اور علومِ قدیمہ سے آشنا علماء نے عصری مسائل اور معاشرے کے جدید علمی وفکری اور سیاسی و قانونی تقاضوں کی نسبت غور وخوض کرنا ترک کر دیا تھا اس لیے غور وفکر اور تحقیق و تدقیق کے میدان کی قیادت ایسے تعلیم یافتہ طبقے کے ہاتھ میں منتقل ہوگئی جس کا المیہ یہ تھا کہ اس کی اپنی رسائی شریعت کے اصل مآخذ تک نہ تھی۔ اس نے اِسلام کا مطالعہ انگریزی یا اردو زبان کے قانونی مآخذ کے ذریعے کیا۔ مستزاد یہ کہ جن عصری مسائل پر زیادہ تحقیق کی ضرورت محسوس کی گئی اس پر زیادہ تر مواد بھی بجائے مسلم علماء و مفکرین کے غیر مسلم زعماء و مستشرقین کی کتب سے میسر آیا۔ اس طرح بوجوہ مغربی اَساطین کا جو نقطۂ نظر اِسلام کی نسبت تھا وہ مسلمانوں کے اَذہان میں راسخ ہوتا چلا گیا اور نتیجہ یہ نکلا کہ ہم نے اِسلام کو بجائے جامع و مانع دین، یعنی نظامِ حیات، کے محض ایک ایسا مذہب تصور کرلیا جس کی ہدایت زندگی کے سیکولر معاملات میں کافی و وافی نہ ہو۔ اب ہماری سوچ کا عالم یہ ہوچکا ہے کہ ہر وہ بات جس سے اِسلام کے بحیثیت نظام ناکافی یا ناقابل عمل ہونے کا تصور مسلّم ہوتا ہو، ہمیں عین روشن خیالی اور جدّتِ فکر نظر آتی ہے۔ اور ہم ایسے خیالات کو بطیّب خاطر وسعت نظر سمجھ کر قبول کرتے جا رہے ہیں جس کے باعث ہم خود کو ہر قدم پر غیر اِسلامی افکار و نظریات کا محتاج سمجھتے ہیں۔ اور اس طرح نہ صرف ہماری فکری و نظریاتی خالصیت بلکہ بحیثیت قوم عزتِ نفس بھی مجروح ہو رہی ہے، لیکن

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے اِحساسِ زیاں جاتا رہا[1]

یہ مسئلہ جدید تعلیم یافتہ طبقے کی نسبت علماء کرام کے لیے زیادہ لمحۂ فکریہ ہے کہ وہ عصری تقاضوں اور مسائل کو سمجھ کر اجتہادی تحقیق کے ذریعے جدید علمی ضروریات کو پورا

(۱) اقبال، کلیات، بانگِ درا: ۲۱۴

کریں اور سائنسی بنیادوں پر اِسلامی علوم کو اَز سرِ نو مدوّن کر کے اس محرّک کا ہی قلع قمع کر دیں جس کے باعث جدید نسل کی نظریں اغیار کے سرمایۂ فکر کی طرف اُٹھتی ہیں۔

۲۔ اِسلام میں سزا کی مختلف اقسام اور تعزیر کی حیثیت

اِسلامی نظامِ تعزیرات کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ اِسلام میں سزا کی نوعیت و اقسام کو جانا جائے۔ اِسلامی شریعت کے مطابق سزائیں تین اقسام پر مشتمل ہوتی ہیں:

۱۔ حد (Fixed punishment)

۲۔ قصاص (Retaliatory punishment)

۳۔ تعزیر (Discretionary punishment)

۱۔حد: حد سے مراد وہ سزا ہے جس کی مقدار قرآن وسنّت کی بنیاد پر متعین ہو چکی ہو۔ اس میں نہ تو تخفیف و اضافہ ممکن ہو اور نہ وہ قابلِ معافی ہو۔ مثلاً ڈاکہ، چوری، زنا، قذف، شراب نوشی، بغاوت اور ارتداد کی سزائیں۔ ان کو اصطلاحاً **جرائم الحدود** (Crimes of fixed punishments) کہا جاتا ہے۔

۲۔قصاص: قصاص سے مراد وہ سزا ہے جس کی مقدار تو قرآن وسنت کے ذریعے معین ہو لیکن وہ قابلِ معافی بھی ہو اور اس کا بدل بھی دیت وغیرہ کی صورت میں ممکن ہو۔ مثلاً قتلِ عمد، قتلِ شبہ بالعمد، قتلِ خطا، ضرب، جرح وغیرہ کی سزائیں۔ ان کو اصطلاحاً جنایات یا **جرائم القصاص والدیۃ** (Crimes of retaliation or blood money) کہا جاتا ہے۔

۳۔تعزیر: تعزیر سے مراد وہ تمام سزائیں ہیں جن کی مقدار کا تعین شریعت نے خود نہیں کیا بلکہ امام اور قاضی یعنی مقنّنہ اور عدلیہ کے سپرد کر دیا گیا ہے۔ مذکورہ بالا دونوں اقسام کے علاوہ تمام جرائم کی سزائیں تعزیر (Discretionary punishments) کہلاتی ہیں۔ مثلاً رشوت، غبن، خیانت، جھوٹی شہادت،

لواطت، سب و شتم اور اس نوعیت کے دیگر تمام چھوٹے بڑے جرائم جو ہماری تعزیرات میں شامل ہیں۔

اِسلامی نظامِ تعزیرات کے بارے میں یہ گمان بھی عام طور پر پایا جاتا ہے کہ شریعتِ اِسلامیہ میں صرف دو قسم کی سزائیں ہیں: حدود اور قصاص۔ تیسری سزا یعنی تعزیر محض ان جرائم سے متعلق ہے جن کے بارے میں شریعت بالکل خاموش ہوتی ہے یا یوں کہہ لیجئے کہ تعزیر شریعت کی بیان کردہ سزا نہیں ہے۔ شرعی سزائیں صرف پہلی دو ہیں۔ یہ تصور قطعاً غلط ہے، تینوں قسموں کی سزائیں شرعی سزائیں ہیں۔ ان میں فرق صرف اتنا ہے کہ پہلی دو قسموں میں نوعیتِ سزا اور مقدارِ سزا معین ہوتی ہے اور تعزیر میں غیر معین۔ اس کا تعین امام و قاضی کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا ہے لیکن پہلی دو (۲) کا نہیں کیوں کہ وہ مِنْ جانبِ اللہ طے ہو چکا ہے۔ جہاں تک تعزیری جرائم میں وجودِ جرم کا تعلق ہے اُسے شریعت برابر تسلیم کرتی ہے۔ اس لحاظ سے وہ بھی شرعی سزائیں قرار پاتی ہیں۔

قرآن حکیم کے حوالے سے تصورِ تعزیر کو اس طرح سمجھا جاسکتا ہے کہ سورۃ النساء میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالّٰتِي تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ۔ (۱)

’’اور تمہیں جن عورتوں کی نافرمانی و سرکشی کا اندیشہ ہو تو انہیں نصیحت کرو اور (اگر نہ سمجھیں تو) انہیں خواب گاہوں میں (خود سے) علیحدہ کر دو اور (اگر پھر بھی اصلاح پذیر نہ ہوں تو) انہیں (تادیباً ہلکا سا) مارو۔‘‘

یہاں تعزیر کے طور پر وعظ، ہجر اور ضرب (مارنا) تین سزائیں بیان ہوئی ہیں۔ ان کی نوعیت بتا دی گئی ہے لیکن مقدار نہیں بتائی گئی۔ اس لیے تعزیر کی ایک صورت تو یہ ہوئی کہ نوعیتِ سزا بیان کی گئی ہو لیکن مقدارِ سزا معین نہ ہو۔

(۱) النساء، ۴: ۳۴

www.MinhajBooks.com

اب دوسری صورت یہ ہے کہ سزا کی نوعیت اور مقدار دونوں معین نہ ہوں۔ مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذٰنِ يَاْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ۚ فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ○[1]

”اور تم میں سے جو بھی کوئی بدکاری کا ارتکاب کریں تو ان دونوں کو ایذا پہنچاؤ، پھر اگر وہ توبہ کر لیں اور (اپنی) اصلاح کر لیں تو انہیں سزا دینے سے گریز کرو، اللہ بڑا توبہ قبول فرمانے والا مہربان ہے○“

یہاں فَاٰذُوْهُمَا کے حکم کے ذریعے محض سزا یعنی اذیّت جو عبرت اور تادیب کے لیے مناسب ہو، دینے کا بیان ہے لیکن نوعیت اور مقدارِ سزا معین نہیں ہیں۔ مفسرین نے بطور تعزیر اس کی کئی صورتیں بیان کی ہیں۔ وہ سب تعزیر ہوں گی۔ قرآن و حدیث سے تعزیر کی متعدد صورتیں ثابت ہیں جن میں چند ایک درج ذیل ہیں:

۱۔ وعظ و تلقین (Admonition)

۲۔ توبیخ و تنبیہہ (Reprimand)

۳۔ تہدید (Threat)

۴۔ ہجر (Boycott)

۵۔ تشہیر (Public disclosure)

۶۔ جرمانہ اور ضبطی مال (Fines & seizure of property)

۷۔ حبس (سزائے قید) (Imprisonment)

۸۔ تغریب (شہر بدر) (Transporation): یہ بھی سزائے قید ہی کی ایک صورت ہے۔

---

(۱) النساء، ۴: ۱۶

۹۔ جلد (کوڑے) (Flogging)

۱۰۔ سزائے موت (Death penalty)

اس وقت ہمیں تعزیر کی مختلف صورتوں میں سے صرف سزائے قید کے تصور پر غور کرنا ہے۔

۳۔ سزائے قید اور جیل خانہ جات کا تاریخی پس منظر ...... قرآن کی روشنی میں

دور مابعد تاریخ (Historical age) میں مصر کی تہذیب کم و بیش قدیم ترین تہذیب ہے۔ اس حوالے سے قرآن مجید حضرت یوسف علیہ السلام کی سزائے قید کا تفصیلی ذکر کرتا ہے۔ سزائے قید اور جیل خانہ دونوں کے لیے عربی میں عام طور پر سجن کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ملاحظہ ہو:

۱۔ قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌo(۱)

’’وہ (فوراً) بول اٹھی کہ اس شخص کی سزا جو تمہاری بیوی کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے اور کیا ہوسکتی ہے سوائے اس کے کہ وہ قید کر دیا جائے یا (اسے) دردناک عذاب (دیا جائے)o‘‘

ایک اور مقام پر عزیز مصر کی زوجہ کہتی ہے:

۲۔ وَلَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَآ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَ لَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَo(۲)

’’اور اگر (اب بھی) اس نے وہ نہ کیا جو میں اسے کہتی ہوں تو وہ ضرور قید کیا جائے گا اور وہ یقیناً بے آبرو کیا جائے گاo‘‘

(۱) یوسف، ۱۲: ۲۵

(۲) یوسف، ۱۲: ۳۲

چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام بارگاہ ایزدی میں عرض کرتے ہیں:

۳۔ رَبِّ السِّجۡنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدۡعُوۡنَنِیۡۤ اِلَیۡهِ۔[1]

’’اے میرے رب! مجھے قید خانہ اس کام سے کہیں زیادہ محبوب ہے جس کی طرف یہ مجھے بلاتی ہیں۔‘‘

ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

۴۔ لَیَسۡجُنُنَّهٗ حَتّٰی حِیۡنٍ ○[2]

’’اسے ایک مدت تک قید کر دیں (تاکہ عوام میں اس واقعہ کا چرچا ختم ہو جائے)۔‘‘

جب حضرت یوسف علیہ السلام کو جیل میں داخل کیا گیا تو اس وقت کی بابت ارشاد ہوتا ہے:

۵۔ وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجۡنَ فَتَیٰنِ۔[3]

’’اور ان کے ساتھ دو جوان بھی قید خانہ میں داخل ہوئے۔‘‘

یوسف علیہ السلام نے جیل کے دیگر ساتھیوں سے فرمایا:

۶۔ یٰصَاحِبَیِ السِّجۡنِ ءَاَرۡبَابٌ مُّتَفَرِّقُوۡنَ خَیۡرٌ اَمِ اللّٰهُ الۡوَاحِدُ الۡقَهَّارُ ○[4]

’’اے میرے قید خانہ کے دونوں ساتھیو! (بتاؤ) کیا الگ الگ بہت سے معبود بہتر ہیں یا ایک اللہ جو سب پر غالب ہے○‘‘

---

(۱) یوسف، ۱۲: ۳۳

(۲) یوسف، ۱۲: ۳۵

(۳) یوسف، ۱۲: ۳۶

(۴) یوسف، ۱۲: ۳۹

اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے فریضۂ تبلیغ کا آغاز بھی جیل سے کیا۔ دورانِ قید اُن کا دوسرے قیدیوں کو تبلیغ کرنا اس امر کی بھی وضاحت کرتا ہے کہ پیغمبر علیہ السلام کے نزدیک جیل کا تصوّر کیا تھا؟ وہ اس کے ذریعے کیا کردار سرانجام دینا چاہتے تھے؟ کیا وہ جیل کو محض مجرموں کا اڈہ سمجھتے تھے یا اسے اصلاح و تربیت کا مرکز قرار دینا چاہتے تھے؟ یہ فیصلہ اس آیت سے بآسانی ہوسکتا ہے۔ وضاحت آخر میں آئے گی۔

۷۔ پھر جب حضرت یوسف علیہ السلام دونوں قیدی ساتھیوں کے خوابوں کی تعبیر بتانے لگے تو فرمایا:

يٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِیْ رَبَّهٗ خَمْرًا۔ (۱)

''اے میرے قیدخانے کے دونوں ساتھیو! تم میں سے ایک کے خواب کی تعبیر یہ ہے کہ وہ) اپنے مربی (یعنی بادشاہ) کو شراب پلایا کرے گا۔''

۸۔ اس کے بعد مذکور ہے:

فَلَبِثَ فِی السِّجْنِ بِضْعَ سِنِيْنَ○ (۲)

''نتیجتاً یوسف (علیہ السلام) کئی سال تک قید خانہ میں ٹھہرے رہے○''

۹۔ قید سے رہائی کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام نے کلماتِ تشکر اس طرح کہے:

وَ قَدْ اَحْسَنَ بِیْۤ اِذْ اَخْرَجَنِیْ مِنَ السِّجْنِ۔ (۳)

''اور بے شک اس نے مجھ پر (بڑا) احسان کیا جب مجھے جیل سے نکالا۔''

مذکورہ بالا آیات کے حوالے سے یہ امر بخوبی طے ہوگیا کہ سزائے قید کا تصور اس قدر قدیم زمانے سے چلا آ رہا ہے۔ مزید برآں یہ قید محض کسی جگہ پر عارضی انتظام

(۱) یوسف، ۱۲: ۴۱

(۲) یوسف، ۱۲: ۴۲

(۳) یوسف، ۱۲: ۱۰۰

کے طور پر نہیں تھی بلکہ باقاعدہ جیل خانے میں تھی کیوں کہ اس میں کئی سالوں تک آپ کا رہنا اور آپ کے علاوہ دیگر قیدیوں کا موجود ہونا اس تصور کی تائید کرتا ہے۔ اکثر ائمہ مفسرین و محدثین بیان کرتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے کل بارہ (۱۲) برس کا عرصہ جیل خانہ میں گزارا۔(۱)

یہاں یہ نکتہ قابل غور ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی سزائے قید تو بہر حال ظلم پر مبنی تھی لیکن سورۂ یوسف میں تقریباً نو (۹) مقامات پر سزائے قید اور جیل کا ذکر ہونے کے باوجود قرآن مجید نے ایک مرتبہ بھی مطلقاً سزائے قید یا جیل خانے کے تصوّر کو ردّ نہیں فرمایا حالاں کہ قرآن کلام الٰہی ہے۔ اس میں انبیاءِ ماسبق کے حالات ہوں یا گزشتہ امتوں کے واقعات، ان کا تذکرہ ایسے انداز سے ہے کہ جو چیز غلط یا مذموم ہو صراحتاً یا اشارتاً اس کی تردید و تغلیط بھی ساتھ ہی ساتھ کر دی جاتی ہے تاکہ بیانِ واقعات میں تعلیم و ارشاد کا سلسلہ بھی قائم رہے۔ قرآن کا مقصود محض واقعات کا تاریخی طور پر بیان کرنا نہیں بلکہ ان سے تعلیم و تربیت اور عبرت و نصیحت کے مختلف پہلوؤں کو آشکار کرنا ہوتا ہے۔ اس لیے اگر سزائے قید یا جیل خانہ جات کا تصور ہی بنیادی طور پر غیر مشروع اور ناجائز ہوتا تو یقیناً قرآن مجید میں اس کی مذمت آجاتی یا کم از کم ان آیات کے نزول کے وقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس واقعہ کی تفصیلات بیان فرماتے ہوئے اس امر کی نشان دہی ضرور فرما دیتے کہ یہ تصور غیر اِسلامی ہے۔ اس موقع پر قرآن حکیم اور خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاموش رہنا اور تصورِ قید یا تصورِ جیل کا انکار نہ فرمانا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اِسلام نے اس تصور کو صراحتاً قبول کر لیا تھا اور بطور سزا کے اس ادارے (institution) کو بحال رکھا۔ بحوالہ قرآن سزائے قید کے تاریخی پس منظر کے اعتبار سے اس کے جواز میں یہ سب سے پہلی دلیل ہے جو تسلیم کرنا حدیث تقریری کے اصول پر واجب ہے۔

---

(۱) ۱۔ قرطبی، الجامع لأحکام القرآن، ۹: ۱۸۷

۲۔ سیوطی، الدر المنثور فی التفسیر بالماثور، ۴: ۵۴۲

۴۔ اِسلام میں سزائے قید کا تصور ...... اِصطلاحات کی روشنی میں

قرآن و حدیث اور فقہ اِسلامی کی کتب سے سزائے قید کے تصور پر خاصی روشنی پڑتی ہے۔ قرآن و حدیث میں عام طور پر سزائے قید کے لیے درج ذیل اصطلاحات استعمال ہوتی ہیں:

الحبس، السجن، نفی من الأرض، الإمساک، العضل، التغریب

یہ تمام اصطلاحات اپنے اندر confinement، imprisonment، prison، jail، transporation وغیرہ کے معانی رکھتی ہیں۔ سجن کا بیان اوپر ہو چکا ہے۔ اب بقیہ اصطلاحات کا ثبوت قرآن و حدیث کے حوالہ جات سے الگ الگ فراہم کیا جائے گا۔

۵۔ سزائے قید اور دلائلِ قرآن

پہلی دلیل

قرآن مجید میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِکُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْکُمْ ج فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِکُوْهُنَّ فِی الْبُیُوْتِ حَتّٰی یَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ یَجْعَلَ اللهُ لَهُنَّ سَبِیْلًاo (۱)

’’اور تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کا ارتکاب کر بیٹھیں تو ان پر اپنے لوگوں میں سے چار مردوں کی گواہی طلب کرو، پھر اگر وہ گواہی دے دیں تو ان عورتوں کو گھروں میں بند کر دو یہاں تک کہ موت ان کے عرصۂ حیات کو پورا کر دے یا اللہ ان کے لیے کوئی راہ (یعنی نیا حکم) مقرر فرما دےo‘‘

(۱) النساء، ۴: ۱۵

اس آیت میں فَاَمۡسِکُوۡھُنَّ فِی الۡبُیُوۡتِ کے الفاظ آئے ہیں جن کا مفہوم صراحت کے ساتھ ''سزائے قید'' دینا ہے۔ تمام مفسرین بالاتفاق اس کا معنی یہ بیان کرتے ہیں:

فَاَمۡسِکُوۡھُنَّ فِی الۡبُیُوۡتِ: أمر بحبسهن في البيوت حتى يمتن أو يجعل الله لهن سبيلا۔(۱)

''فامسکوھن فی البیوت میں حکم دیا جارہا ہے کہ ان کو تادمِ مرگ قید کی سزا دو یا اللہ تعالیٰ ان کے لیے کوئی دوسرا راستہ نکال دے۔''

اس آیت سے نہ صرف سزائے قید بلکہ عمر قید کا تصور بھی ماخوذ ہوگیا۔ اب اسی آیت میں عمر قید کا ایک بدل بھی بتایا گیا ہے: اَوۡ یَجۡعَلَ اللّٰہُ لَھُنَّ سَبِیۡلًا یعنی انہیں اس وقت تک سزائے قید دو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کے لیے کوئی دوسری راہ نکال دے۔

اس حکم کا ایک اطلاق ظہورِ توبہ پر بھی ہوتا ہے۔ ملا جیون انبیٹھوی (۱۰۴۷۔ ۱۱۳۰ھ) لکھتے ہیں:

قيل: أو التوبة فيخرج عن السجن بعد ما يظهر توبتها۔(۲)

''یہ بھی کہا گیا ہے کہ انہیں اس وقت تک جیل میں رکھو جب تک ان کا توبہ کرلینا ظاہر و باہر نہیں ہوجاتا۔''

مسئلہ نسخ کی وضاحت

عام طور مفسرین نے اس آیت کے تحت یہ بیان کیا ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی تھی جب حدِ زنا کا حکم نہیں آیا تھا، اور سورۃ النور کی درج ذیل آیت نے اس حکم

---

(۱) ۱۔ طبری، جامع البيان في تفسير القرآن، ۴: ۲۹۲
۲۔ قاضی ثناء الله، تفسير المظهری، ۲: ۴۴

(۲) انبیٹھوی، التفسيرات الأحمدية في بيان الآيات الشرعية: ۲۴۸

کو منسوخ کر دیا ہے:

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِىْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ۔(۱)

’’بدکار عورت اور بدکار مرد (اگر غیر شادی شدہ ہوں) تو ان دونوں میں سے ہر ایک کو (شرائطِ حد کے ساتھ جرمِ زنا کے ثابت ہو جانے پر) سو (سو) کوڑے مارو (جب کہ شادی شدہ مرد و عورت کی بدکاری پر سزا رجم ہے اور یہ سزائے موت ہے)۔‘‘

مزید یہ کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

خذوا عنّی، خذُوا عنّی، قد جعل اللہ لھن سبیلا: البکر بالبکر جلد مائة، ونفی سنة، والثیب بالثیب جلد مائة والرجم۔(۲)

’’مجھ سے حکم حاصل کرلو، مجھ سے حکم حاصل کرلو۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں کے لیے راہ نکال دی ہے۔ اگر کوئی غیر شادی شدہ مرد غیر شادی شدہ عورت سے زنا کرے تو انہیں سو سو کوڑے لگائے جائیں اور ایک سال کے لیے جلاوطن کر دیا جائے۔ اور اگر شادی شدہ مرد شادی شدہ عورت سے زنا کرے تو انہیں سو سو کوڑے لگائے جائیں اور رَجم کیا جائے۔‘‘

اسی طرح حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں:

لما نزلت سورة النساء، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: لا حبس بعد سورة

(۱) النور، ۲۴: ۲

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب الحدود، باب حد الزنا، ۳: ۱۳۱۶، رقم: ۱۶۹۰

۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب الحدود، باب باب ما جاء فی الرجم علی الثیب، ۴: ۴۱، رقم: ۱۴۳۴

النساء۔(۱)

’’جب سورۃ نساء نازل ہوئی تو حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: سورۃ النساء کے نازل ہونے کے بعد کوئی قید نہیں ہے۔‘‘

ان دلائل کے باعث علماء و مفسرین نے سزائے قید کو منسوخ قرار دیا ہے۔ یہاں غور و فکر کرنے سے مسئلے کی اصل نوعیت اور نسخ کی حقیقت اَز خود واضح ہو جاتی ہے اور نسخ کے قول سے کوئی شبہ یا اِلتباس باقی نہیں رہتا۔ اس سلسلے میں درج ذیل امور غور طلب ہیں:

پہلا قول

ایک یہ کہ اگر نسخ کا قول بلا تجزیہ قبول بھی کر لیا جائے تو اس سے مطلقاً (absolutely) سزائے قید کا حکم ختم نہیں ہو جاتا بلکہ صرف ’’فاحشہ عورتوں کے بارے میں عمر قید کا وہ حکم جو حد زنا کے حکم سے پہلے نازل ہوا تھا منسوخ ہوتا ہے۔‘‘ اس نسخ کے حکم کا بالعموم (in general) سزائے قید کے تصور سے کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ نسخ ایک اعتبار سے سزائے قید کے تصور کا ثبوت بھی ہے۔ وہ اس طرح کہ اِسلام میں سزائے قید کا حکم تو موجود ہے لیکن صرف بدکار عورتوں کے لیے سو (۱۰۰) کوڑوں یا رَجم کے حکم کے آجانے کے بعد اب اس کا اطلاق باقی نہیں رہا۔ جہاں تک دیگر معاملات کا تعلق ہے اس حکم نسخ کا ان سے کوئی واسطہ نہیں۔ گویا ایک صورت میں اس کا اطلاق منسوخ ہو گیا لیکن باقی صورتوں میں بدستور باقی رہا۔

www.MinhajBooks.com

دوسرا قول

دوسرا نکتہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی (م ۱۲۲۵ھ) نے بیان کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۱: ۳۶۵، رقم: ۱۲۰۳۳
۲۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۶: ۱۲۲، رقم: ۱۱۶۸۶

کہ میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہوئی۔ دونوں احکام میں تطبیق یہ ہے:

بعد نزول الحدّ هذا الحكم باق حتى يقام عليه الحد۔ [1]

”حد کے نازل ہوجانے کے بعد بھی یہ حکم اسی طرح باقی ہے یہاں تک کہ حد قائم کردی جائے۔“

یعنی شہادت اور فیصلہ عدالت کے ذریعے سو کوڑے یا رجم کی حد لگانے تک اسے قید میں رکھا جائے گا۔

امام مرغینانی (۵۱۱۔۵۹۳ھ) فرماتے ہیں:

يحبسه حتى يسأل عن الشهود للإتهام بالجناية۔ [2]

”قاضی اس مرد کو (جس پر گواہی دی گئی) قید خانہ میں رکھے یہاں تک کہ جرم کی تہمت کا سبب گواہوں سے دریافت کرے۔“

تیسرا قول

تیسری صورت یہ ہے کہ فاحشہ عورت کے بارے میں سزائے قید کا حکم بطور حدّ منسوخ ہوگیا ہو لیکن بطور تعزیر اس کے باقی رہنے میں کیا حرج ہے؟ کیوں کہ جب قرآنی حکم ...... فَاَمۡسِكُوۡهُنَّ فِى الۡبُيُوۡتِ حَتّٰى يَتَوَفّٰهُنَّ الۡمَوۡتُ ...... نازل ہوا تو صاف ظاہر ہے کہ سزا کی نوعیت اور مقدار دونوں چیزوں کا تعین کردیا گیا تھا۔ اس لیے اس سزا کا درجہ حد کا تھا اور ساتھ ہی اَوۡ يَجۡعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيۡلًا کے ذریعے اس امر کا اشارہ کردیا گیا تھا یعنی عنقریب اللہ تعالیٰ انہیں بجائے ساری عمر کی سزائے قید کے کسی دوسری حد کے ذریعے سزا دینے کی صورت پیدا فرما دیں گے، اور وہ حد زنا تھی جو بعد میں نازل کردی گئی۔ چنانچہ دوسری آیت نے پہلی آیت کے حکم کی حدّ کی حیثیت کو منسوخ کردیا لیکن اس سے بطور تعزیر

(۱) قاضی ثناء اللہ، تفسیر المظہری، ۲: ۴۵

(۲) مرغینانی، الہدایۃ شرح بدایۃ المبتدی، ۲: ۹۵

اس کا جزوی طور پر باقی رہنا قطعاً ممنوع قرار نہیں پاتا۔ اس معاملے کو مسئلہ وصیت کی تمثیل سے اچھی طرح سمجھا جاسکتا ہے۔

مسئلۂ وصیت اور مفہومِ نسخ

۱۔ قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرَا ۨالْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِۚ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ○[۱]

''تم پر فرض کیا جاتا ہے کہ جب تم میں سے کسی کی موت قریب آ پہنچے اگر اس نے کچھ مال چھوڑا ہو تو (اپنے) والدین اور قریبی رشتہ داروں کے حق میں بھلے طریقے سے وصیت کرے، یہ پرہیزگاروں پر لازم ہے ○''

بعد ازاں آیۃ المواریث[۲] کے ذریعے جب والدین اور دیگر اقرباء و ورثاء کے حصہ ہائے وراثت معین کر دیے گئے تو حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إنّ الله أعطى كل ذى حق حقه ولا وصية لوارث۔[۳]

''بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر حق دار کو اس کا حق دے دیا ہے اس لیے اب کسی بھی وارث کے لیے وصیت کرنا جائز نہیں۔''

چنانچہ پہلی آیت جس میں والدین اور دیگر رشتہ داروں کے حق میں وصیت کا حکم دیا گیا تھا، منسوخ قرار دے دی گئی۔ لیکن یہاں بھی وہی صورت ہے کہ حکم وصیت مطلقاً

---

(۱) البقرہ، ۲: ۱۸۰

(۲) النساء، ۴: ۱۱، ۱۲

(۳) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب الوصایا، باب ما جاء لا وصیة لوارث، ۴: ۴۳۴، رقم: ۲۱۲۱

۲۔ ابو داؤد، السنن، کتاب الوصایا، باب ما جاء فی الوصیة للوارث، ۳: ۱۱۴، رقم: ۲۸۷۰

www.MinhajBooks.com

منسوخ تصور نہ ہوگا بلکہ صرف والدین اور ان رشتہ داروں کی حد تک منسوخ ہوگا جو اَز رُوئے شرع ورثاء قرار پاگئے۔ رہ گئے باقی لوگ جو غیر وارث ہیں، ان کے لیے حکمِ وصیت باقی رہا۔ مزید برآں حکم وراثت سے پہلے وصیت کو فرض قرار دیا گیا تھا کہ تمام حق داروں کو بصورت وصیت حصہ مل سکے۔ آیت کے الفاظ ہیں:

کُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرَا ۨالْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ۝ (۱)

’’تم پر فرض کیا جاتا ہے کہ جب تم میں سے کسی کی موت قریب آپہنچے اگر اس نے کچھ مال چھوڑا ہو تو (اپنے) والدین اور قریبی رشتہ داروں کے حق میں بھلے طریقے سے وصیت کرے، یہ پرہیزگاروں پر لازم ہے۝‘‘

آیتِ وراثت نے وصیت کا حکم بطور فرض منسوخ کر دیا لیکن بطور مباح و مستحب یہ حکم باقی رہا۔ یعنی اگر متولی چاہے تو کسی غیر وارث کے حق میں بتائی گئی حد تک وصیت کر سکتا ہے۔ گویا فرضیت منسوخ ہوگئی لیکن اباحت اور اجازت باقی رہ گئی۔ اسی طرح فاحشہ عورت کے حق میں سزائے قید بطور حدّ منسوخ ہوگئی لیکن بطور تعزیر باقی رہ گئی۔

مستزاد یہ کہ وہ حکم وصیت جو بطور فرض باقی نہیں رہا۔ اگر یتیم پوتے کا معاملہ ہو جو بوجہ اپنے چچا کے وراثت نہ پا سکے اور دادا بغیر وصیت کے فوت ہو جائے تو اَز روئے شرع اس یتیم پوتے کے حق میں وصیت لازمی قانون کے تحت اَز خود فرض تصور کی جا سکتی ہے تاکہ اس کا حق محفوظ ہو سکے۔ اس طرح فرضیت کی منسوخی کے باوجود حکم فرضیت ہنگامی صورت میں باقی رہ گیا۔ لہٰذا نسخ کا معنی یہ ہرگز نہیں ہوتا کہ ’’سابقہ حکم ہر لحاظ سے اور ہر حیثیت سے کلیۃً معدوم ہوگیا‘‘ بلکہ وہ بعض اوقات ہنگامی صورت میں اور بعض اوقات اپنی حیثیت بدل کر باقی رہ جاتا ہے۔ بنابریں آیتِ حدِ زنا سے سزائے قید منسوخ نہیں ہوگئی بلکہ محض اس کی فرضیت اور حد کی حیثیت منسوخ ہوئی ہے۔ جہاں تک اس کے وجود،

(۱) البقرہ، ۲: ۱۸۰

اباحت اور تعزیر کی حیثیت کا تعلق ہے وہ بتمام وکمال موجود ہے۔

چوتھا قول

چوتھا نکتہ یہ ہے کہ حدِّ زنا نے جس حکم کو منسوخ کیا تھا وہ زنا کی سزا کے طور پر عمر قید کا حکم تھا کیونکہ الفاظِ آیت ...... حَتّٰی یَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ ...... میں محض قید نہ تھی۔ لہٰذا جرم زنا میں عمر قید کا حکم تو منسوخ ہو گیا، مطلقاً قید کی سزا پر کوئی پابندی عائد نہ کی گئی۔ اس امر کی تائید حدیث مبارکہ سے بھی ہوتی ہے۔

پانچواں قول

پانچواں موقف یہ ہے کہ فَاَمْسِكُوْهُنَّ کا حکم زنا کے لیے نہیں بلکہ مساحقت کے لیے ہے یعنی عورتیں آپس میں کوئی فحاشی اور بدکاری کا ارتکاب کریں۔ کیوں کہ آیت کے الفاظ ہیں: ﴿وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ﴾۔ اسی طرح اس سے اگلی آیت میں مردوں کے بارے میں حکم ہے: ﴿وَالَّذٰنِ یَاْتِیٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا﴾ چنانچہ یہاں بھی لواطت (homosexuality) مراد لی گئی ہے۔ اس تعبیر کے لحاظ سے دونوں احکام میں کوئی تعارض باقی نہیں رہتا اور نہ ضرورتِ نسخ پیش آتی ہے۔ لہٰذا سزائے قید اس جرم کے نتیجے میں بطور تعزیر ہوگی اور سو کوڑوں یا رجم کا حکم جرمِ زنا کے نتیجے میں بطور حدّ ہوگا۔

دوسری دلیل

قرآن حکیم میں ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا گیا ہے:

وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَیْتُمُوْهُنَّ اِلَّآ اَنْ یَّاْتِیْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ۔ (۱)

”اور ان کو اس نیت سے قید نہ کرو کہ جو کچھ تم نے انہیں دیا ہے اس میں سے

(۱) النساء، ۴: ۱۹

بعض اس دباؤ کے تحت تم ان سے وصول کرلو۔ ہاں اگر انہوں نے صریح بدکاری کی ہو تو پھر انہیں سزائے قید دینے میں کوئی حرج نہیں۔‘‘

اس آیت میں ’’عَضل‘‘ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اس کا معنی بھی ’’حبس‘‘ کیا گیا ہے۔ لغوی اعتبار سے عَضل روکنے اور منع کرنے کو کہتے ہیں۔ قید یعنی حبس کا مفہوم بھی یہی ہے کہ کسی کو آزادی کے ساتھ چلنے پھرنے اور آنے جانے سے روک دیا جائے۔ چنانچہ اس آیت کے ذریعے بھی فاحشہ کے لیے سزائے قید کا بطور تعزیر باقی رہنا صراحت کے ساتھ ثابت ہوگیا۔

تیسری دلیل

قرآن حکیم کی تیسری دلیل اس مسئلے میں سب سے زیادہ صریح اور واضح ہے۔ ڈاکہ یعنی حرابہ کی سزاویں بیان کی گئی ہے:

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْ یُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ۔(۱)

’’بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد انگیزی کرتے پھرتے ہیں (یعنی مسلمانوں میں خوں ریز رَہ زنی اور ڈاکہ زنی وغیرہ کے مرتکب ہوتے ہیں) ان کی سزا یہی ہے کہ وہ قتل کیے جائیں یا پھانسی دیے جائیں یا ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹے جائیں یا (وطن کی) زمین (میں چلنے پھرنے) سے دور (یعنی ملک بدر یا قید) کر دیے جائیں۔‘‘

اس آیت کے ذریعے ڈاکے کی چار متبادل سزائیں بیان کی گئی ہیں:

---

(۱) المائدۃ، ۵: ۳۳

۱۔ یقتلوا (قتل)

۲۔ یقلبوا (پھانسی)

۳۔ تقطع ایدیھم وارجلھم (ہاتھ پاؤں کا کاٹنا)

۴۔ ینفوا من الارض (سزائے قید)

یہ متبادل سزائیں اس لیے تجویز کی گئی ہیں کہ جرم کی سنگینی کے لحاظ سے ان میں سے کسی کو بھی منتخب کیا جاسکتا ہے۔

آیتِ متذکرہ کے ذریعے سزائے قید بطور حدّ ثابت ہوگئی، اس لیے اِسلامی نظامِ تعزیرات میں اس کا مقام یہ طے پایا کہ حدّ اور تعزیر دونوں سزاؤں کا درجہ رکھتی ہیں۔

۶۔ سزائے قید اور دلائلِ حدیث، آثارِ صحابہ و تابعین

احادیث نبوی ﷺ میں ڈاکہ، چوری اور زنا تین قسم کے جرائم میں صراحۃً سزائے قید کا ذکر ملتا ہے۔

۱۔ ڈاکہ

ڈاکہ (حرابہ) کے بارے میں سزائے قید سے متعلق چند احادیث و آثارِ صحابہ و تابعین ملاحظہ فرمائیے:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

إذا أخافوا السبیل ولم یأخذوا مالا نفوا من الأرض۔(۱)

”جب ان (راہزنوں) نے راستے کو پر خطر بنا دیا اور مال نہیں لوٹا تو انہیں قید کر دیا جائے گا۔“

یہ روایت حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ان الفاظ سے بھی نقل کی گئی ہے:

(۱) بیہقی، السنن الکبری، ۸: ۲۸۳، رقم: ۱۷۰۹۰

www.MinhajBooks.com

وإذا حارب وأخاف السبيل فإنما عليه النفی۔(۱)

’’اور اگر وہ لڑا اور راستے کو پُر خطر بھی بنایا تو اس کے لیے سزائے قید ہے۔‘‘

ایک اور روایت کے الفاظ یہ ہیں:

وإذا أخاف الطريق ولم يقتل ولم يأخذ المال نفی۔(۲)

’’جس (راہزن) نے راستے کو پُر خطر بنایا اور قتل نہیں کیا اور نہ ہی مال لوٹا تو اس کے لیے بھی سزائے قید ہے۔‘‘

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ تابعین میں سے سعید بن جبیر، ابراہیم نخعی، حسن بصری، قتادہ، عطاء خراسانی رحمهم الله اجمعین وغیرہ بھی مذکورہ بالا احکام روایت کرتے ہیں۔ امام اعظم ابوحنیفہ (۸۰۔۱۵۰ھ) فرماتے ہیں:

المراد بالنفی هاهنا السجن۔(۳)

’’یہاں نفی سے مراد (علی التحقیق) سزائے قید ہے۔‘‘

۲۔ سرقہ

سرقہ (چوری) کے بارے میں قرآن حکیم کا حکم بالکل واضح ہے:

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْآ اَيْدِيَهُمَا جَزَآءً بِمَا كَسَبَا۔(۴)

’’اور چوری کرنے والا (مرد) اور چوری کرنے والی (عورت) سو دونوں کے

www.MinhajBooks.com

(۱) بیہقی، السنن الکبری، ۸: ۲۸۳، رقم: ۱۷۰۹۲

(۲) ۱۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶: ۳، رقم: ۲۹۰۱۶

۲۔ طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ۶: ۲۱۲

(۳) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۲: ۵۱

(۴) المائدة، ۵: ۳۸

ہاتھ کاٹ دو اس (جرم) کی پاداش میں جو انہوں نے کمایا ہے۔‘‘

کتبِ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ اگر کوئی شخص پہلی مرتبہ چوری کا مرتکب ہو اور جرم پایہ ثبوت کو پہنچ جائے تو اس کا دایاں ہاتھ کاٹا جائے۔ اگر دوسری مرتبہ چوری کا مرتکب ہو تو اس کا بایاں پاؤں کاٹا جائے اور اگر تیسری مرتبہ پھر چوری کرے تو اسے سزائے قید دے دی جائے یہاں تک کہ بالکل اصلاح یافتہ ہوجائے۔ اِس کی وضاحت درج ذیل احادیث و روایات سے ہوتی ہے:

۱۔ **عن علی بن أبی طالب ﷺ، قال: إذا سرق الرجل قطعت یده الیمنی، فإن عاد قطعت رجله الیسریٰ، فإن عاد ضمن السجن حتی یحدث خیرا، إنی لأستحی من الله أن أدعه لیست له ید یأکل بها ویستنجی بها، ورجل یمشی علیها۔(۱)**

’’حضرت علی ﷺ سے مروی ہے کہ جب کسی چور نے چوری کی تو اس کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا جائے، اگر وہ دوسری مرتبہ چوری کا مرتکب ہو تو اس کا بایاں پاؤں کاٹا جائے، اگر وہ تیسری مرتبہ چوری کرے تو اس کو قید میں ڈال دیا جائے یہاں تک کہ وہ سیدھی راہ پر آ جائے۔ مجھے اللہ سے شرم آتی ہے اگر میں اس کو چھوڑوں کہ اس کا ایک ہاتھ بھی نہ ہو کہ جس سے وہ کھائے اور استنجا کرے اور ایک پاؤں بھی نہ ہو کہ جس سے وہ چلے۔‘‘

۲۔ **عن الشعبی، قال: کان علی لا یقطع إلا الید والرجل، وإن سرق بعد ذلک سجن ونکل، وکان یقول: إنی لأستحی الله ألا أدع له یدا یأکل بها ویستنجی۔(۲)**

---

(۱) ۱۔ شیبانی، کتاب الآثار: ۱۳۸، رقم: ۶۳۱

۲۔ دارقطنی، السنن، ۳: ۱۸۰، رقم: ۲۸۸

(۲) عبدالرزاق، المصنف، ۱۰: ۱۸۶، رقم: ۱۸۷۶۴

’’حضرت شعبی سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ چور کا صرف ایک ہاتھ اور ایک پاؤں ہی کاٹتے تھے اور اگر اس کے بعد چوری کرتا تو اسے قید کر دیتے اور جلاوطن کر دیتے، اور فرماتے تھے: مجھے اللہ سے شرم آتی ہے کہ میں اس کے لیے ایک ہاتھ بھی نہ چھوڑوں جس سے وہ کھانا کھائے اور استنجا کرے۔‘‘

۳۔ **عن عبد الله بن سلمة أن عليا رضی اللہ عنہ أتی بسارق فقطع يده، ثم أتی به، فقطع رجله، ثم أتی به، فقال: أقطع يده بأی شیء يتمسح وبأی شیء يأكل، ثم قال: أقطع رجله علی أی شیء يمشی، أنی لأستحيی الله، ثم ضربه وخلده فی السجن۔**(۱)

’’حضرت عبد اللہ بن سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک چور لایا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس کا ایک ہاتھ کاٹ دیا۔ دوسری مرتبہ پھر وہی چور لایا گیا تو آپ نے اس کی ایک ٹانگ کاٹ دی۔ تیسری مرتبہ پھر وہی چور لایا گیا تو آپ نے فرمایا: اگر میں اس کا ہاتھ کاٹ دوں تو یہ کس چیز کے ساتھ مسح کرے گا اور کس چیز کے ساتھ کھانا کھائے گا؟ اور اگر میں اس کا پاؤں کاٹ دوں تو یہ کس چیز سے چلے گا؟ مجھے اللہ سے شرم آتی ہے۔ پھر اس کو کوڑے لگوائے اور ہمیشہ کے لیے اس کو جیل میں ڈال دیا گیا۔‘‘

۴۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک ایسا چور لایا گیا کہ جس کا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں پہلے ہی کٹا ہوا تھا۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے پھر اس کا دوسرا پاؤں کاٹنے کا حکم صادر فرمایا۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قرآن حکیم میں آیت ...... اَوۡ يُنۡفَوۡا مِنَ الۡاَرۡضِ (یا زمین میں قید کر دیا جائے) ...... نازل ہوچکی ہے، پس آپ اس کا دوسرا پاؤں کیوں کاٹتے ہیں، یہ کس طرح کھڑا ہوگا؟ قرآنی حکم کے مطابق اب اسے جیل میں بھیج دیجئے۔

---

(۱) بيهقی، السنن الكبری، ۸: ۲۷۵، رقم: ۱۷۲۶۹

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی مشورہ کیا اور اس چور کو جیل بھیج دیا۔

حدیث کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے:

عن سماک عن بعض أصحابه أن عمر رضی اللہ عنہ استشارهم فی سارق فأجمعوا علی مثل قول علی رضی اللہ عنہ۔(۱)

’’حضرت سماک بعض صحابہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ایک چور کے بارے میں مشورہ کیا تو سب صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول پر اِجماع کیا۔‘‘

۵۔ عن مکحول أن عمر رضی اللہ عنہ قال: إذا سرق فاقطعوا یده، ثم إن عاد فاقطعوا رجله، ولا تقطعوا یده الأخری، وذروه یأکل بها الطعام یستنجی بها من الغائط، ولکن احبسوه عن المسلمین۔(۲)

’’حضرت مکحول سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب کوئی چور چوری کرے تو تم اس کا (دایاں) ہاتھ کاٹ دو، پھر دوسری مرتبہ چوری کرے تو تم اس کا (بایاں) پاؤں کاٹ دو اور تم اس کے دوسرا (بایاں) ہاتھ نہ کاٹو اور اس کو چھوڑ دو جس کے ساتھ وہ کھانا کھائے اور استنجا کرے لیکن تم اس کو مسلمانوں سے جدا رکھو یعنی قید کردو۔‘‘

اس سے ثابت ہوگیا کہ چور کی سزائے قید کے اس فیصلے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع تھا۔

www.MinhajBooks.com

۶۔ امام خازن نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ وہ پانچویں مرتبہ سزائے قید کا حکم صادر کرتے تھے۔ وہ لکھتے ہیں:

---

(۱) ابن أبی شیبه، المصنف، ۵: ۴۹۰، رقم: ۲۸۲۷۳

(۲) ابن أبی شیبه، المصنف، ۵: ۴۸۹، رقم: ۲۸۲۶۳

فإن سرق مرة رابعة قطعت رجله اليمنی، ثم إذا سرق بعد ذلک يعزر ويحبس حتی تظهر توبته، يروی هذا عن أبي بکر۔(۱)

''اگر وہ (چور) چوتھی مرتبہ چوری کرے تو اس کا دایاں پاؤں کاٹ دیا جائے۔ اس کے بعد پھر چوری کرے تو اس پر حدِّ تعزیر لگائی جائے اور اسے قید کر دیا جائے یہاں تک کہ اس کی توبہ ظاہر ہو جائے۔ یہ قول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔''

سرِ دست ہماری بحث صرف سزائے قید کے تصور اور اس کے جواز سے ہے۔ یہ الگ موضوع ہے کہ یہ سزا کس وقت دی جائے۔ سرقہ کے ضمن میں بھی سزائے قید احادیث اور آثارِ صحابہ سے بالا جماع ثابت ہوگئی۔ مزید برآں امام اَعظم ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے علاوہ حسن بصری، زہری، حماد، سفیان ثوری، نخعی اور اَوزاعی سب ائمہ اس پر متفق ہیں۔

۳۔ زنا

زنا کے باب میں امام مسلم (۲۰۶۔۲۶۱ھ)، امام ترمذی (۲۱۰۔۲۷۹ھ)، امام ابوداؤد (۲۰۲۔ ۲۷۵ھ)، امام نسائی (۲۱۵۔۳۰۳ھ)، امام ابن ماجہ (۲۰۹۔ ۲۷۳ھ)، امام طحاوی (۲۲۹۔۳۲۱ھ) و دیگر محدثین حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

البکر بالبکر جلد مائة ونفي سنة۔(۲)

---

(۱) خازن، لباب التأويل فی معانی التنزيل، ۱: ۴۶۲

(۲) ۱۔ مسلم، الصحيح، کتاب الحدود، باب حد الزنی، ۳: ۱۳۱۶، رقم: ۱۶۹۰

۲۔ ترمذی، الجامع الصحيح، کتاب الحدود، باب ما جاء فی الرجم علی الثيب، ۴: ۴۱، رقم: ۱۴۳۴

’’جب غیر شادی شدہ مرد اور غیر شادی شدہ عورت زنا کریں تو ان کو سو سو کوڑے مارے جائیں اور ایک سال کے لیے جلا وطن کر دیا جائے۔‘‘

اسی طرح حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

البکران یجلدان وینفیان۔[1]

’’اگر (زنا کرنے والے) دونوں کنوارے ہوں تو دونوں کوکوڑے مارے جائیں

...... ۳۔ ابو داود، السنن، کتاب الحدود، باب فی الرجم، ۴: ۱۴۴، رقم: ۴۴۱۵

۴۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الحدود، باب حد الزنی، ۲: ۸۵۲، رقم: ۲۵۴۹

۵۔ نسائی، السنن، کتاب آداب القضاة، باب صون النساء عن مجلس الحکم، ۸: ۲۴۰، ۲۴۱، رقم: ۵۴۱۰، ۵۴۱۱

۶۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۴۷۶، رقم: ۱۵۹۵۱

۷۔ طحاوی، شرح معانی الآثار، کتاب الحدود، باب حد البکر فی الزنا، ۳: ۱۳۴، ۱۳۸

۸۔ دارمی، السنن، کتاب الحدود، باب فی تفسیر قول الله تعالی: أو یجعل الله لهن سبیلا، ۲: ۲۳۶، رقم: ۲۳۲۷

۹۔ سعید بن منصور، السنن، ۳: ۱۱۹۱، رقم: ۵۹۴

۱۰۔ ابن أبی شیبة، المصنف، ۷: ۲۸۵، رقم: ۳۶۱۲۴

(۱) ۱۔ بیهقی، السنن الکبری، ۸: ۲۲۳، رقم: ۱۶۷۵۷

۲۔ ابن أبی شیبه، المصنف، ۵: ۵۴۱، رقم: ۲۸۷۸۷

۳۔ امام بخاری نے ’’الصحیح‘‘ میں کتاب المحاربین من أهل الکفر والردة کے ذیل میں ایک باب کا عنوان ہی ’’باب البکران یجلدان وینفیان‘‘ رکھا ہے۔

www.MinhajBooks.com

گے اور قید کر دیا جائے گا۔‘‘

مذکورہ بالا احادیث کی روشنی میں امام شافعی (۱۵۰۔۲۰۴ھ) سزائے قید کو سو (۱۰۰) کوڑوں کے علاوہ شاملِ حدّ قرار دیتے ہیں جب کہ اِمام اَعظم ابوحنیفہ (۸۰۔۱۵۰ھ) سزائے قید کو حدّ کے علاوہ تعزیر قرار دیتے ہیں [۱] لیکن سزائے قید کے جواز پر کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا۔

عملِ صحابہ رضی اللہ عنہم

حضرت نافع حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں:

أن النبی ﷺ ضرب وغرب، وأن أبابکر رضی اللہ عنہ ضرب وغرب، وأن عمر رضی اللہ عنہ ضرب و غرب۔ [۲]

’’حضور اکرم ﷺ نے دُرّے مارے اور جلاوطن کیا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی دُرّے مارے اور جلا وطن کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی دُرّے مارے اور جلاوطن کیا۔‘‘

حضرت زید بن علی (م ۱۲۲ھ) اور امام جعفر صادق (۸۰۔۱۴۸ھ) رضی اللہ عنہم سے بھی یہی منقول ہے۔ امام شوکانی (۱۱۷۳۔۱۲۵۰ھ) ’’نیل الأوطار شرح منتقی الأخبار‘‘ میں لکھتے ہیں کہ ائمہ شیعہ بھی اسی قول کے حامی ہیں۔ [۳]

---

(۱) ۱۔ مرغینانی، الهدایة شرح بدایة المبتدی، ۲: ۹۹
۲۔ شوکانی، نیل الأوطار شرح منتقی الأخبار، ۷: ۲۵۲

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الکبیر، کتاب الحدود، باب ما جاء فی النفی، ۴: ۴۴، رقم: ۱۴۳۸
۲۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۸: ۲۲۳، رقم: ۱۶۷۵۴

(۳) شوکانی، نیل الأوطار شرح منتقی الأخبار، ۷: ۲۵۲

www.MinhajBooks.com

۶۔ شراب

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے جنگ قادسیہ کے دوران ایک شرابی کو سزائے قید دی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دورانِ غزوات نفاذِ حد کو ممنوع قرار دیا تھا اور اس کی بجائے تعزیر کے نفاذ کا حکم تھا۔(۱)

۷۔ اِسلام میں جیل خانہ جات کا تصور اور اُس کا آغاز

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ سزائے قید تو عہدِ رسالت اور عہدِ صدیقی میں بھی دی جاتی تھی لیکن اِسلام میں باقاعدہ جیل خانہ جات کا قیام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں عمل میں آیا۔ حضرت مکحول بیان کرتے ہیں:

أن عمر بن الخطاب أوّل من حبس فی السجون، وقال: أحبسه حتی أعلم منه التوبة۔(۲)

''حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے جیلوں میں قید کیا، اور کہا: میں اس کو محبوس رکھوں گا یہاں تک کہ مجھے اس کی توبہ کا علم ہو جائے۔''

۸۔ سزائے قید کا نظریۂ اِصلاح ...... اِشارات

مقاصدِ سزا قرآن و سنت سے اور بھی ثابت ہیں لیکن یہاں ہم نے ان میں سے ایک مقصد ''اصلاح'' کو بیان کیا ہے:

۱۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا تبلیغ و اصلاح، تعلیم و تربیت اور تعبیرِ رؤیا کی تعلیم دینا۔

۲۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اِرشاد: حتی أعلم منه التوبة (یہاں تک کہ اس کا تائب ہونا معلوم ہو جائے)۔

---

(۱) ابو محمد زہرہ، فلسفة العقوبة فی الفقه الإسلامی، ۲: ۱۵۶

(۲) قرطبی، الجامع لأحکام القرآن، ۶: ۱۵۳

۳۔ اِمام اَعظم ابو حنیفہ (۸۰۔۱۵۰ھ) کا ارشاد: **المراد بالنفی ھاھنا السجن** (یہاں نفی سے مراد قید ہے۔)

۴۔ ملا جیون انبیٹھوی (۱۰۴۷۔۱۱۳۰ھ) کا اس قرآنی آیت ...... **اَوْ يَجْعَلُ اللهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا** (یا اللہ تعالیٰ ان کے لیے کوئی راہ نکال دے) ...... کا یہ مفہوم بیان کرنا: **فیخرج عن السجن بعد ما یظھر توبتھا** (کہ اسے قید سے اُس وقت نکالا جائے جب اس کی توبہ متحقق ہوجائے)۔

۵۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا چوری کے جرم کا چار بار اِعادہ کرنے والے مجرم کو بجائے پاؤں قلم کرنے کے جیل بھجوانا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ممکن ہے وہ ذہنی مریض ہو۔

۹۔ نظامِ جیل خانہ جات کا اِصلاحی کردار

سزائے قید سے متعلقہ جرم کی سزا تو بہرحال دی جائے گی لیکن اس کا مقصدِ اِصلاح بھی پورا ہونا چاہیے۔ اِصلاح کے لیے درج ذیل اقدامات کیے جاسکتے ہیں:

۱۔ دینی تبلیغ و نصیحت ہو تاکہ اَخلاقی و روحانی اِصلاح کے لیے تیار ہوں۔

۲۔ (ا) تعلیم کا جامع نظام ہو تاکہ جہالت سے نجات ملے اور سوسائٹی میں بہتر زندگی بسر کرنے کا سلیقہ آئے۔

(ب) تعلیم کے ساتھ سزا میں تخفیف کی provision ہو تاکہ تحریص و ترغیب ہو۔

www.MinhajBooks.com

۳۔ علاج کی سہولتیں فراہم کی جائیں اور لباس وغیرہ مہیا کیا جائے۔

۴۔ ذہنی اور نفسیاتی اَمراض کے علاج کے لیے ایک شعبہ ہو جو تشخیص کرے کہ اس کی مجرمانہ ذہنیت کے اَسباب و محرکات کیا ہیں؟ اس تشخیص کے بعد proper علاج کا اہتمام کیا جائے۔

۵۔ برسرِ روزگار بنانے کے لیے فنون اور مختلف کام کاج سکھائے جائیں اور بعد اَزاں (جیل سے فراغت کے بعد) اچھے شہری کی حیثیت سے زندگی بسر کرنے کے لیے روزگار فراہم کیا جائے اور وسائل مہیا کیے جائیں تاکہ معاشرے میں صحیح طور پر adjust ہو جائے۔

۶۔ اَخلاقی و روحانی تربیت کا عملی نظام مترتب کر کے نماز، روزہ، تلاوتِ قرآن حکیم، نوافل، تہجد اور بالخصوص انسانیت سے دل سوزی، ہمدردی، محبت اور نفع بخشی کے لیے ترغیب دی جائے۔

www.MinhajBooks.com

مآخذ و مراجع

۱۔ **القرآن الحکیم۔**

۲۔ **احمد بن حنبل،** ابو عبد اللہ بن محمد (۱۶۴۔۲۴۱ھ/ ۷۸۰۔۸۵۵ء)۔ **المسند۔** بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء۔

۳۔ **اِقبال،** ڈاکٹر علامہ محمد (۱۸۷۶۔۱۹۳۸ء)۔ **کلیات (اُردو)۔** لاہور، پاکستان: اِقبال اَکادمی پاکستان، ۱۹۹۴ء۔

۴۔ **انبیٹھوی،** ملا جیون، شیخ احمد بن ابی سعید (۱۰۴۷۔۱۱۳۰ھ)۔ **التفسیرات الأحمدیة فی بیان الآیات الشرعیة۔** (مطبع وسن ندارَد)۔

۵۔ **بخاری،** ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ (۱۹۴۔۲۵۶ھ/ ۸۱۰۔۸۷۰ء)۔ **الصحیح۔** بیروت، لبنان + دمشق، شام: دار القلم، ۱۴۰۱ھ/ ۱۹۸۱ء۔

۶۔ **بیہقی،** ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴۔۴۵۸ھ/ ۹۹۴۔۱۰۶۶ء)۔ **السنن الکبری۔** مکہ مکرمہ، سعودی عرب: مکتبہ دار الباز، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء۔

۷۔ **ترمذی،** ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن ضحاک سلمی (۲۱۰۔۲۷۹ھ/ ۸۲۵۔۸۹۲ء)۔ **الجامع الصحیح۔** بیروت، لبنان: دار اِحیاء التراث العربی۔

۸۔ **خازن،** علی بن محمد بن ابراہیم بن عمر بن خلیل (۶۷۸۔۷۴۱ھ/ ۱۲۷۹۔

۱۳۴۰ء)۔ لباب التأويل فی معانی التنزيل۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ۔

۹۔ **دارقطنی**، ابو الحسن علی بن عمر بن احمد بن مہدی بن مسعود بن نعمان (۳۰۶۔ ۳۸۵ھ/۹۱۸۔۹۹۵ء)۔ السنن۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۳۸۶ھ/ ۱۹۶۶ء۔

۱۰۔ **ابوداؤد**، سلیمان بن اشعث سجستانی (۲۰۲۔۲۷۵ھ/۸۱۷۔۸۸۹ء)۔ السنن۔ بیروت، لبنان: دار الفکر۔

۱۱۔ **ابومحمد زہرہ**۔ فلسفة العقوبة فی الفقه الإسلامی۔ ۱۹۶۶ء، (مطبع ندارَد)۔

۱۲۔ **سعید بن منصور** (م ۲۲۷ ھ)۔ السنن۔ ریاض، سعودی عرب: دار العصیمی، ۱۴۱۴ھ۔

۱۳۔ **سیوطی**، جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹۔۹۱۱ھ/ ۱۴۴۵۔۱۵۰۵ء)۔ الدر المنثور فی التفسير بالمأثور۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۹۹۳ء۔

۱۴۔ **شوکانی**، محمد بن علی بن محمد (۱۱۷۳۔۱۲۵۰ھ/۱۷۶۰۔۱۸۳۴ء)۔ نيل الأوطار شرح منتقى الأخبار۔ بیروت، لبنان: دار الجیل، ۱۹۷۳ء۔

۱۵۔ **شیبانی**، ابو عبد اللہ محمد بن حسن (۱۳۲۔۱۸۹ھ)۔ کتاب الآثار۔ کراچی، پاکستان: ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، ۱۴۰۷ھ۔

۱۶۔ **ابن ابی شیبہ**، ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابراہیم بن عثمان کوفی (۱۵۹۔۲۳۵ھ/ ۷۷۶۔ ۸۴۹ء)۔ المصنف۔ ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ الرشد، ۱۴۰۹ھ۔

۱۷۔ **طبرانی**، سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر (۲۶۰۔ ۳۶۰ھ/۸۷۳۔۹۷۱ء)۔ المعجم الكبير۔ موصل، عراق: مکتبۃ العلوم والحکم، ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۳ء۔

۱۸۔ **طبری**، ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید (۲۲۴۔۳۱۰ھ/ ۸۳۹۔۹۲۳ء)۔ جامع

البیان فی تفسیر القرآن۔ بیروت، لبنان: دارالفکر، ۱۴۰۵ھ۔

۱۹۔ **طحاوی**، ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ بن سلمہ بن عبد الملک بن سلمہ (۲۲۹۔۳۲۱ھ/۸۵۳۔۹۳۳ء)۔ شرح معانی الآثار۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۳۹۹ھ۔

۲۰۔ **عبد الرزاق**، ابو بکر بن ہمام بن نافع صنعانی (۱۲۶۔۲۱۱ھ/۷۴۴۔۸۲۶ء)۔ المصنف۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۴۰۳ھ۔

۲۱۔ **ابن کثیر**، ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر بن ضوء بن کثیر بن زرع بصروی (۷۰۱۔۷۷۴ھ/۱۳۰۱۔۱۳۷۳ء)۔ تفیسر القرآن العظیم۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء۔

۲۲۔ **قاضی ثناء اللہ**، محمد، پانی پتی (م ۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء)۔ تفسیر المظہری۔ کوئٹہ، پاکستان: بلوچستان بک ڈپو۔

۲۳۔ **قرطبی**، ابوعبد اللہ محمد بن احمد بن محمد بن یحیٰی بن مفرج اُموی (م ۶۷۱ھ)۔ الجامع لأحکام القرآن۔ قاہرہ، بیروت: دار الشعب، ۱۳۷۲ھ۔

۲۴۔ **ابن ماجہ**، ابو عبد اللہ محمد بن یزید قزوینی (۲۰۹۔۲۷۳ھ/۸۲۴۔۸۸۷ء)۔ السنن۔ بیروت، لبنان: دارالفکر۔

۲۵۔ **مسلم**، ابن الحجاج قشیری (۲۰۶۔۲۶۱ھ/۸۲۱۔۸۷۵ء)۔ الصحیح۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی۔

۲۶۔ **مرغینانی**، ابوالحسن علی بن ابی بکر بن عبد الجلیل (۵۱۱۔۵۹۳ھ)۔ الهدایة شرح بدایة المبتدی۔ بیروت، لبنان: المکتبة الاسلامیہ۔

۲۷۔ **نسائی**، احمد بن شعیب (۲۱۵۔۳۰۳ھ/ ۸۳۰۔۹۱۵ء)۔ السنن۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۶ھ/۱۹۹۵ء۔